ادارہ

سیرتِ طیبہ کا پیغام عصرِ حاضر کے نام

خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن حکیم کا اصلی مقصد شہنشاہیت کا زوال سرمایہ دارانہ نظام کی اصلاح، عادلانہ نظام کا قیام اور فاسد اجتماعیت کی جگہ صالح اجتماعیت کو پیدا کرنا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں دنیا کی مہذب ممالک، دو شہنشاہوں کے زیر نگین معلوم ہوتے ہیں: ایک کسریٰ شہنشاہ ایران دوم قیصر شہنشاہ روم۔

عراق، یمن، خراسان اور ان کے متصل ممالک کسریٰ کے زیر اقتدار تھے، ماوراء النہر کا علاقہ بخارا، سمرقند تاشقند وغیرہ پر بھی ان کا قبضہ تھا، برصغیر پاک و ہند کے حکمران بھی کسریٰ کو باج گذار تھے، ہر سال یہاں سے لگان کا ایک حصہ کسریٰ کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا۔ روم اور اس کے نواحی یورپ کے ممالک پر قیصر کا تسلط تھا۔ مصر مغرب اور افریقہ کے سلاطین قیصر روم کے تابع تھے۔ کسریٰ اور قیصر دونوں شہنشاہوں کا نظام سرمایہ دارانہ تھا اور ان دونوں فرمانرواؤں کو شکست دے کر ان کے ممالک پر قبضہ کرنا روئے زمین پر قبضہ کرنے کے مترادف تھا اس لئے قرآن حکیم میں فرمایا گیا: هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله: اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت (یعنی قرآن) اور دین حق دے کر اس لئے بھیجا کہ اس کے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غلبہ دے۔ قرآن حکیم کے شروع میں اس کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ فرمایا گیا ہے: ذلك الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین: اس میں قرآن حکیم کو متقین کے لئے ہدایت کہا گیا ہے۔ میرے استاد علامہ عبید اللہ سیالکوٹی، سندھی فرمایا کرتے تھے

کہ میں سالہا سال تقویٰ کے معنی کو سوچتا رہا کہ تقویٰ کیا ہے اور قرآن حکیم کو جن متقین کے ہدایت بتایا گیا ہے وہ کون لوگ ہیں، تفسیروں میں اس کے متعلق جو تحقیق پائی جاتی ہے اس سے مجھے تشفی نہیں ہوئی آخر میں حضرت شیخ المشائخ سیدنا عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین کتاب نظر سے گذری، اس سے میرا شرح صدر ہو گیا کہ تقویٰ کے معنی ہیں: الامر بالمعروف والنہی عن المنکر واقامۃ العدل: یعنی نیکی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا اور عادلانہ نظام قائم کرنا۔ حکم کے معنی آرڈر کے ہیں اور یہ صحیح معنی میں حکومت کے سوا نہیں ہو سکتا تو اب مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے انسانیت کو پاک کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور دنیا میں عدل وانصاف کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور قرآن حکیم سے اس کی ہدایت کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ کس طرح جلد سے کامیاب ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی اپنی علمی شاہکار تصنیف ازالۃ الخفاء میں آیت مذکورہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کے تحت تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس دور میں اہالیان مکہ مکرمہ تین سوسائٹیوں میں بٹے ہوئے تھے ایک تو مشرک اور بت پرست تھے جن کی اکثریت تھی وہ کسریٰ اور قیصر شہنشاہوں میں دینی اتحاد کی وجہ سے کسریٰ کے طرفدار تھے اور اپنی ترقی کو ان کی ترقی کے ساتھ وابستہ رکھتے تھے اور دوسرا قلیل گروہ وہ تھا جنھوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر ہو گئے تھے ان کو متنصر کہا جاتا تھا، ان کا روح رواں ورقہ بن نوفل تھا یہ لوگ قیصر روم کی فتح کو پسند کرتے تھے اور اپنی ترقی کو اس کی ترقی کے ساتھ وابستہ جانتے تھے، لیکن دو سوسائٹیوں کے علاوہ مکہ مکرمہ میں ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو اگرچہ اقلیت میں تھا مگر دین ابراہیمی پر رہتے ہوئے ان کا یہ دعویٰ تھا کہ دین حنیف کی صورت مسخ ہو گئی ہے کوئی ایسا ہادی اور رہبر تشریف لائے جو ہمیں دین ابراہیمی کی صحیح صورت بتائے اس کو لے کر ہم آگے بڑھیں اور ان دونوں گروہوں اور ان کے حامیوں کو شکست دے کر انسانیت اور بت پرستی سے پاک کرکے عادلانہ نظام قائم کریں۔ حضرت امام ولی اللہ کی نظر میں قرآن حکیم کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اولین فرصت میں ایمان لے آئے تھے اور اُن سے دین حنیف کی تربیت حاصل کی تھی۔ یٰس والقرآن الحکیم میں قرآن کو حکمت کی کتاب کہا گیا ہے اور حکمت کے اولین مخاطب بدو اور گنوار نہیں ہوتے بلکہ حکما اور سمجھدار لوگ ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ تھے جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے کر آگے بڑھے اور کسریٰ اور قیصر جیسے شہنشاہوں کو شکست دے کر

عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کا سبق دیا۔ اس لئے سیرت کی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہوتے ہوئے جو نعرہ نقل کیا گیا ہے وہ یہ نعرہ تھا هلك قيصر فلا قيصر وهلك كسرىٰ فلا كسرىٰ یعنی میرے آنے کے بعد قیصر اور کسریٰ دونوں شہنشاہ ہلاک ہوگئے ان کی حکومتوں کی جگہ اللہ کی حکومت اور عدل وانصاف کی حکومت قائم ہوگی۔

اس دور میں یا بیسویں صدی کے اوائل تک عصر حاضر میں انسانیت اور عوام پر جو مظالم کئے جاتے تھے اس کا بڑا سبب اور ذریعہ شہنشاہیت کا نظام تھا۔ ایک جگہ حکیم اسلام شاہ ولی اللہ صاحب اہل فارس اور اہل روما کی عیاشانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تاریخ شاہد ہے کہ اہل روما اور اہل فارس (ایران) میں ایک لمبی مدت تک حکومت رہی۔ انھوں نے اپنے دور کے حالات کے مطابق تمدن کے لوازم اور رفاہیت (آرام پرستی) اور عیاشانہ زندگی میں غیر معمولی ترقی کی آخرت کی یاد کو پس پشت ڈال کر اپنی دنیوی زندگی کو عیاشی کے ساتھ بسر کرنا اپنا نصب العین قرار دیا اور شیطان نے ان پر اپنا پورا تسلط جمالیا اس دور کے ہر سرمایہ دار کی یہ کوشش تھی کہ اس کے پاس ایک شاندار محل ہو جس کے صحن کے سامنے باغ ہو حمام وغیرہ جیسے لوازم اس میں موجود ہوں اس کے دسترخوان پر الوان نعمت چنے جائیں اور اس کی زرق برق پوشاک سب لوگوں میں نمایاں ہو۔ نیز اس کے پاس عمدہ نسل کے گھوڑے اور راحت بخش گاڑیوں کی کمی نہ ہو اور خدمت کے لئے لونڈیاں اور کمربستہ غلام حاضر باش رہا کریں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے دور کے سلاطین اور والیان ریاست کی مثال دے کر اہل روما اور اہل فارس (ایران) کی حالت اس طرح سمجھاتے ہیں:-

"عصر حاضر کے سلاطین اور ملوک اور والیان ریاست کے ٹھاٹھ دیکھ کر تم ان کی عیاشیوں اور زندگی کے مرافق میں غلو اور حد سے بڑھنے کا اندازہ لگا سکتے ہو عیش پرستی کا طریقہ ان کی رگ وپے میں سرایت کر چکا تھا اور جس کی وجہ سے تمام تمدن اور معاشرہ میں ایک لا علاج روگ پیدا ہوگیا دوسرے سب لوگ ان کی دیکھا دیکھی عیاشیوں پر مائل ہو گئے۔ کیونکہ یہ سچا مقولہ ہے: الناس علی دین ملوکھم: یعنی عوام اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں" رعیت کے ہر طبقے میں اپنی حیثیت کے موافق عیاشی کا مرض پھیل گیا۔ اور اس نے وبائے عام کی صورت اختیار کر لی۔ اس عیاشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے، کیونکہ عیاشانہ زندگی بسر کرنے کے لئے جس ساز وسامان کی ضرورت تھی۔ اس کا حاصل ہونا

بہت سی دولت خرچ کرنے کے بغیر ناممکن تھا، اس لئے ان ملوک وسلاطین نے اپنی رعیت اور بیوپاریوں پر اور امراء نے اپنی آسامیوں پر بھاری بھاری لگان (ٹیکس) عائد کئے، اس حالت میں عوام اور غریبوں کے لئے دو راہیں تھیں ایک تو یہ کہ بغاوت کا علم بلند کریں اور مسلح ہو کر مقابلہ کریں، ایسا کرنا تو ان کے امکان سے باہر تھا، کیونکہ یہ بے سروسامان تھے۔ ان کے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ سلاطین اور سرمایہ داروں کی اطاعت کریں، چوپایوں اور گدھوں کی سی ذلیل زندگی بسر کریں۔

بہر حال نچلے طبقے کے لوگ اپنے عمال اور اپنے آقاؤں کی خدمت میں اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ ان کو اخروی سعادت کی طرف متوجہ ہونے کی لمحہ بھر بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ مرض اپنی انتہائی شدت کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت نے عوام کی حالت زار کو دیکھ کر یہ تقاضا کیا کہ ناجائز سرمایہ داری اور عیاشی کے اس مرض کی بیخ کنی کی جائے۔ چنانچہ آپ نے نبی الامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ کے مذکورہ عیاشانہ زندگی کی قباحت اور برائی بیان فرمائی، سرمایہ دارانہ زندگی کے لوازمات سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے اپنی امت اور اپنے پیروکاروں کو پہلے سے بتا دیا کہ آپؐ کا غلبہ شہنشاہوں کی دولت وحکومت کے زوال کا باعث ہے اور آپؐ کی نبوت کا مقصد کسریٰ اور قیصر جیسے شہنشاہوں کی سلطنتوں کو مٹا دینا ہے۔ جس کی یہ صورت ہوگی کہ پہلے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعہ عرب میں انقلاب برپا ہوگا اور پھر آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت مہاجرین وانصار کے ذریعہ ان دونوں حکومتوں کو ختم کر کے ایک عالمی انقلاب برپا ہوگا[۱]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشنگوئی ٹھیک اسی طرح ۲۳ بعثت کے اخیر میں پوری ہوئی اور مہذب دنیا کی دونوں شہنشاہتیں مسلمانوں کے ہاتھوں ختم ہوگئیں اور وہاں اسلام اور قرآن مقدس کے عادلانہ نظام کی حکومت قائم ہوئی۔ اب تک جو عوام ظلم وستم کے نیچے دبے ہوئے تھے اور پسے جا رہے تھے انھوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ قرآن حکیم کے شروع میں الم مقطعات قرآنی سے بطور اشارہ یہ بتایا جاتا ہے کہ کلام الٰہی کی طرف سے ھوالذی ارسل رسولہ آلایۃ میں جو بشارت دی گئی وہ

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ باب الاقامۃ

۱۷ سال کے آخر میں پوری ہوگی اور اتنی کم مدت میں دونوں شہنشاہتیں نیست و نابود ہو جائیں گیں ذلک الکتاب یہی برحق کتاب ہے جس نے انقلاب کر کے دکھا دیا لاریب فیہ اس میں اب کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور عدل و انصاف نیکی کے نظام کے چاہنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

افسوس ہے کہ یہ لعنت جس کو قرآن مجید نے نیست و نابود کیا، پھر کسی نہ کسی صورت میں ابھرتی رہی اور عصر حاضر کے ماضی قریب تک اس کا غلبہ رہا، لیکن آگے چل کر اس نے بھیس بدل دیا پرانی شہنشاہیت، سامراجیت اور ہوس ملک گیری میں بدل گئی، جو دنیا کے عوام اور تیسری دنیا کی رعایا کے لئے اسی طرح لعنت ہے جس طرح ملوکیت تھی، اب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت طیبہ ہمارے سامنے ہے اس سے اگر ہم درس حاصل کریں تو اس لعنت سے خلاصی پا سکتے ہیں، صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اسوۂ حسنہ پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوں۔

عصر حاضر کے متعدد مسائل ہیں، اگر غور اور تحقیق سے دیکھا جائے تو ان کا حل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مبارک حجۃ الوداع میں موجود ہے، عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے، آپؐ نے حج کے موقعہ پر ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا، دوپہر ڈھل گئی تو اونٹنی پر (جس کا نام قصواء تھا) سوار ہوکر میدان میں تشریف لائے اور اونٹنی کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا جو خطبہ حجۃ الوداع سے مشہور ہے:

خبردار! جاہلیت کے دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں، اے انسانو! بے شک تمھارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے۔ خبردار! عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے!

عصر حاضر کی مذہب دنیا میں بڑا مسئلہ امتیاز مراتب اور رنگ، نسل کا امتیاز ہے۔ افریقہ کے کئی ممالک آج بھی اس لعنت میں ملوث ہیں، گورے رنگ والوں کو شرفاء اور کالوں کو رذیل سمجھا جارہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جملات مبارکہ سے انسانی مساوات کا درس ملتا ہے اور یہ تمام امتیازات اور حدبندیاں ایک دم ٹوٹ جاتی ہیں "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، تمھارے نوکر، تمھارے نوکر جو خود کھائیں وہی ان کو کھلاؤ! جو خود پہنو وہی ان کو بھی پہناؤ!

عصر حاضر میں مسلمانوں کے اندر یہ مرض عام ہے وہ ایک دوسرے کو بھائی تو تصور کرتے ہیں لیکن یہ برادرانہ سلوک صرف مساجد اور عبادات تک محصور ہوتا ہے، جب باہر نکلتے ہیں تو وہی غلام اور آقا والا

باقی صفحہ ۳۷ پر